Al-Mīthāq *(Research Journal of Islamic Theology)*
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 02, April - June 2025, **PP**: 31-42
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

احکامِ بیوع میں مقاصدِ شریعت کی تطبیق: شاہ ولی اللہؒ کی فکر کا تحقیقی جائزہ

Integrating Maqāṣid al-Sharī'ah into the Jurisprudential Rulings of Commercial Transactions: An Analytical Study of Shāh Walīullāh's Economic Thought

1. Khawaja Muhammad khawaja9730723@gmail.com	*Ph. D Scholar,* *Department of Islamic Studies,* *Abdul Wali Khan University, Mardan.*
2. Dr. Saeed ur Rahman saeed@awkum.edu.pk	*Assistant Professor,* *Department of Islamic Studies,* *Abdul Wali Khan University, Mardan.*
3. Dr. Saeed ul Haq Jadoon saeedulhaqjadoon@gmail.com	*Lecturer,* *Department of Islamic studies,* *Hazara University, Mansehra.*

How to Cite:	Khawaja Muhammad, Dr. Saeed ur Rahman and Dr. Saeed ul Haq Jadoon. 2025: "Integrating Maqāṣid al-Sharī'ah into the Jurisprudential Rulings of Commercial Transactions: An Analytical Study of Shāh Walīullāh's Economic Thought". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (02): 31-42.
Article History:	**Received**: 20-04-2025 — **Accepted**: 10-05-2025 — **Published**: 28-06-2025
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

احکامِ بیوع میں مقاصدِ شریعت کی تطبیق: شاہ ولی اللہؒ کی فکر کا تحقیقی جائزہ

Integrating Maqāṣid al-Sharī'ah into the Jurisprudential Rulings of Commercial Transactions: An Analytical Study of Shāh Walīullāh's Economic Thought

1. **Khawaja Muhammad**
   Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.
   khawaja9730723@gmail.com

2. **Dr. Saeed ur Rahman**
   Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.
   saeed@awkum.edu.pk

3. **Dr. Saeed ul Haq Jadoon**
   Lecturer, Department of Islamic studies, Hazara University, Mansehra.
   saeedulhaqjadoon@gmail.com

Abstract

This study examines the integration of the objectives of Sharī'ah (maqāṣid al-sharīʿah) within Islamic commercial jurisprudence, with particular reference to the thought of Shāh Walīullāh Dehlvī (1703–1762). As a reformist scholar, spiritual guide, and profound thinker, Shāh Walīullāh emphasized that Islamic economic injunctions are grounded not merely in outward legal formalities but are deeply rooted in higher objectives such as justice, equality, public welfare, and the prevention of harm and exploitation in society. He argued that the essence of Islamic economic rulings lies in promoting ethical conduct and socio-economic balance, rather than being confined to rigid legalistic interpretations. This article analyses the rulings pertaining to sales and commercial transactions (buying and selling) in Islamic jurisprudence in the light of these objectives, demonstrating how Shāh Walīullāh's intellectual framework harmonizes Sharī'ah rulings with ethical, spiritual, social, and economic dimensions. Furthermore, this study highlights how his approach seeks to achieve societal welfare (*maṣlaḥah*), eradicate injustice, and establish fairness in economic dealings, thereby ensuring that Islamic commercial law serves as a means of benefit and mercy for humanity. Ultimately, this research reveals the continued relevance, effectiveness, and practical utility of Shāh Walīullāh's thought for contemporary Islamic economic theory, jurisprudence, and policy-making within both the classical legal tradition and the objective-oriented approach of Islamic law.

Keywords: *Shāh Walīullāh, Sharī'ah, Islamic Economics, Jurisprudence, Commercial Transactions.*

تمہید

شریعتِ اسلامی کا مقصد محض ظاہری اعمال کی پابندی یا رسمی اطاعت نہیں، بلکہ انسان اور معاشرے کی ہمہ جہت فلاح و بہبود، عدل و توازن اور اخلاقی و معاشی استقامت کا قیام ہے۔ انہی اعلیٰ مقاصد کو "مقاصدِ شریعت" کے جامع عنوان کے تحت تعبیر کیا جاتا ہے، جن میں حفظِ دین، حفظِ نفس، حفظِ مال، حفظِ نسل اور حفظِ عقل جیسے اصولی دائرے شامل ہیں۔ اسلام کا نظامِ معیشت بھی ان مقاصد کے تابع ہے، جس میں بیوع یعنی خرید و فروخت کے احکام کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ بیوع کے معاملات صرف تجارتی یا مالی لین دین کے ضوابط نہیں بلکہ ان کے ذریعے اسلامی نظامِ معیشت میں عدل، دیانت، توازن اور معاشرتی خیر کے حصول کو ممکن بنایا جاتا ہے۔ اس تناظر

میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی فکر ایک منفرد اور بصیرت افروز حیثیت رکھتی ہے۔ آپؒ نے اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھتے ہوئے فقہی احکام کو مقاصدی بصیرت سے جوڑا اور اسلامی معیشت کو محض سود و زیاں کا معاملہ نہیں بلکہ تمدنی و اخلاقی فلاح کا ذریعہ قرار دیا۔ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بیوع کے احکام محض فقہی مسائل نہیں بلکہ ایک وسیع تر اخلاقی و تمدنی نظام کے اجزاء ہیں، جن میں مقاصدِ شریعت کی عملی تطبیق نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

زیرِ نظر تحریر میں ہم بیوع کے احکام میں مقاصدِ شریعت کی تطبیق کا شاہ ولی اللہؒ کی فکر کی روشنی میں تحقیقی جائزہ پیش کریں گے۔ اس مطالعے کا مقصد نہ صرف شاہ ولی اللہؒ کی معیشت پر بصیرت کو نمایاں کرنا ہے بلکہ اس بات کو بھی واضح کرنا ہے کہ کس طرح ان کے افکار آج کے معاصر اقتصادی چیلنجز کے لیے ایک فکری رہنمائی فراہم کرسکتے ہیں۔

مقاصدِ شریعت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

لفظ "مقاصد" دراصل "مقصد" کی جمع ہے، جو ثلاثی مجرد کا مصدر میمی ہے۔ اس کا مادہ (ق ص د) ہے اور یہ فعل "قَصَدَ یَقصِدُ" باب "ضَرَبَ یَضرِبُ" سے مشتق ہوتا ہے۔ لغتِ عرب میں "قصد" کے کئی معانی وارد ہوئے ہیں، جن میں چند اہم معانی میانہ روی، اعتدال، راستہ کو سیدھا کرنا، قرب، طلب و ارادہ وغیرہ ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ[1]

اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو۔

ایک اور مقام پر ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ[2]

سیدھے راستے کی رہنمائی اللہ کے ذمہ ہے۔

"شریعت" کا لفظ شرع سے ماخوذ ہے جو عربی زبان میں پانی کے گھاٹ کے لیے بولا جاتا ہے یعنی وہ جگہ جہاں سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں۔ "القاموس الفقہی" میں ہے: "الشريعة مورد الإبل على الماء الجاري"[3] یعنی شریعت اُس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں اونٹ بہتے پانی پر آکر سیراب ہوتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر شریعت احکامِ الٰہیہ کا مجموعہ ہے۔

وَالشَّرِيعَةُ مَا شَرَعَ اللَّهُ لِعِبَادِهِ مِنَ الدِّينِ[4]

شریعت سے مراد وہ امور ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے دین کے طور پر مقرر کیا ہے۔

بعض علماء نے شریعت کو ان عملی اور فروعی احکام کے معنیٰ میں لیا ہے جو مختلف مذاہب سماویہ میں بدلتے رہتے ہیں، چنانچہ سورۃ المائدۃ کی اس آیت (لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا) کی تفسیر میں امام طبریؒ نے سیدنا قتادہؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

الدين واحد والشريعة مختلف [5]

تمام رسولوں کا دین ایک ہے اور شریعتیں مختلف ہیں۔

یہی بات علامہ نیشاپوریؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وبها سُمّي ما شرع الله للعباد شريعةً من الصلاة والصوم والنكاح والحج وغيره[6]

اور اسی سے نام دیا گیا ہے، ان کو جو بندوں پر نماز، روزہ، نکاح اور حج وغیرہ اعمال مشروع کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ لفظ شریعت مختلف معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا مختلف پہلوؤں اور سیاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی مفہوم لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مقاصدِ شریعت کے اصطلاحی مفہوم کو جاننے سے قبل یہ جاننا اہم ہے کہ متقدمین اہلِ علم کے ہاں اس علم کا مستقل وجود نہیں تھا، بلکہ عموماً تمام دینی علوم اور خصوصاً اصول فقہ کے ذیل میں اس علم و فن سے بحث کی جاتی تھی۔ چنانچہ مصلحت، حکمت، منفعت اور اسرار وغیرہ کی جو تعبیرات علوم دینیہ میں ملتی ہیں وہی مباحث مستقل موضوع اختیار کر کے ایک مستقل علم کی شکل اختیار کر گئیں۔ لہٰذا متقدمین کے نزدیک مقاصد شریعت کی کوئی مستقل تعریف نہیں ملتی۔ البتہ متاخرین نے اپنے طور پر مقاصد شریعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

شیخ محمد الطاہر بن عاشورؒ نے مقاصد شریعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

مقاصد التشريع العامة هي المعاني والحكم الملحوظة للشارع في جميع أحوال التشريع أو معظمهابحيث لا تختصّ ملاحظتُها بالكون في نوع خاص من أحكام الشريعة [7]

مقاصد شریعت سے مراد وہ حکمتیں ہیں جو شارع کی جانب سے تمام یا اکثر احوال شریعت میں ملحوظ رکھی گئی ہوں۔ اس طور پر کہ احکام شریعت کی خاص نوع میں ہونے کی وجہ سے ان کا لحاظ نہیں رکھا گیا، بلکہ تمام ابواب سے ان کا تعلق ہے۔

احمد الریسونیؒ نے مقاصد شریعت کی تعریف یوں کی ہے:

إن مقاصد الشريعة هي الغايات التي وضعت الشريعة لأجل تحقيقها لمصلحة العباد[8]

اس سے مراد وہ غایات ہیں جن کو وجود میں لانے کے لئے شریعت مقرر کی گئی، تاکہ مصالح عباد ممکن ہوں۔

محمد علال الفاسیؒ نے مقاصد شریعت کی تعریف یہ لکھی ہے:

المرادبمقاصدالشريعةالغايةمنهاوالأسرارالتي وضعهاالشارع عند كل حكم من أحكامها[9]

مقاصد شریعت سے مراد وہ غایات اور اسرار ہیں جن کو شارع نے ہر حکم میں ملحوظ رکھا ہے۔

ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ نے مقاصد شریعت کی تعریف اس طرح کی ہے:

المقاصد الشريعة هى المعانى والاهداف الملحوظة للشرع فى جميع احكامه او معظمها او هى الغاية من الشريعة والاسرار اللتى وضعها الشارع عند كل حكم من احكامها[10]

مقاصد شریعت سے مراد وہ مقاصد ہیں جو شارع کی جانب سے تمام یا اکثر احکام میں ملحوظ ہوں یا اس سے شریعت کی غایت اور اسرار مراد ہیں، جنہیں شریعت کے ہر حکم میں ملحوظ رکھا گیا ہو۔

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ نے مقاصد شریعت کی تعریف کی ہے:

ان مقاصد الشريعة انما هى جلب المصالح للناس ودرءالمضار والمفاسد عنهم[11]

مقاصد شریعت لوگوں کے لئے مصالح لانا اور ان سے ضرر کو ہٹانا ہے۔

مقاصد شریعت کی متعدد تعریفات جو مختلف محققین سے یہاں نقل کی گئیں، ان سب کا مقصد ایک دوسرے کے قریب تر ہے، صرف تعبیرات کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ گویا کہ احکامِ الٰہیہ کسی نہ کسی مصلحت یا منفعت کے حصول یا مضرت کے دفعیہ کی بنا پر دیے گئے ہیں۔ ان احکام کا مجموعہ اگر شریعت کہلاتا ہے تو بنیاد پر موجود یہ اہداف و مصالح مقاصدِ شریعت کے نام سے موسوم ہیں۔

مقاصدِ شریعت کی اقسام

مقاصد شریعت کے اوّلین معمار ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الغرناطی الشاطبی کی کتاب الموافقات سے خلاصۃً ان اقسام کو بیان

کیا جاتا ہے۔ان کے مطابق شرعی تکالیف کے مقابلے جو مخلوق کے لئے مقاصد ملحوظ نظر ہوتے ہیں، وہ تین ہیں:

1. ضروریہ
2. حاجیہ
3. تحسینیہ

مصالح ضروریہ ان مصالح کو کہا جاتا ہے کہ دین و دنیا کی مصلحت کے لئے ان کا قیام ضروری ہوتا ہے اور اگر یہ فوت ہو جائیں تو دین و دنیا میں فساد ہونے کا خدشہ ہو۔اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مصالح ضروریہ کی حفاظت کے دو طریقے ہیں، پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہر اس کام کا وجود ضروری ہو گا جس سے ان مصالح کے ارکان اور بنیاد قائم ہوں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو چیزیں ان مصالح ضروریہ میں نقصان ڈالنے والی ہوں ان کو ختم کرنا ضروری ہو گا، تاکہ عدماً اور وجوداً ان مصالح کی حفاظت ہو۔ لکھتے ہیں:

تَكَالِيفُ الشَّرِيعَةِ تَرْجِعُ إِلَى حِفْظِ مَقَاصِدِهَا فِي الْخَلْقِ وَهَذِهِ الْمَقَاصِدُ لَا تَعْدُو ثَلَاثَةَ أَقْسَامٍ أَحَدُهَاأَنْ تَكُونَ ضَرُورِيَّةًوَالثَّانِي أَنْ تَكُونَ حَاجِيَّةًوَالثَّالِثُ أَنْ تَكُونَ تَحْسِينِيَّةًفَأَمَّا الضَّرُورِيَّةُ، فَمَعْنَاهَا أَنَّهَا لَا بُدَّ منها في قيام مصالح الدين والدنيابِحَيْثُ إِذَا فُقِدَتْ لَمْ تَجْرِ مَصَالِحُ الدُّنْيَا عَلَى اسْتِقَامَةٍ، بَلْ عَلَى فَسَادٍ وَتَهَارُجٍ[12]

شرعی تکالیف مخلوق کے مقاصد کی محافظت کی طرف لوٹتے ہیں اور یہ مقاصد تین سے متجاوز نہیں۔پہلا یہ کہ ضروریہ ہو، دوسرا یہ کہ حاجیہ ہو اور تیسرا یہ کہ تحسینیہ ہو۔پس مقاصد ضروریہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین و دنیا کی مصالح کے قیام میں ان کا ہونا ضروری ہو۔اس طور پر کہ اگر یہ مفقود ہو جائے، تو دنیا کی مصالح صحیح طور پر جاری نہیں ہو سکتیں، بلکہ فاسد ہو جاتی ہیں۔

پھر انہی مصالح ضروریہ کو پانچ چیزوں کے اندر تقسیم کیا ہے کہ ضروریات کا مجموعہ کل پانچ چیزیں ہیں: حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ مال اور حفظ عقل۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وَمَجْمُوعُ الضَّرُورِيَّاتِ خَمْسَةٌ، وَهِيَ حِفْظُ الدِّينِ، وَالنَّفْسِ، وَالنَّسْلِ،والمال والعقل[13]

ضروریات کا مجموعہ پانچ ہیں اور وہ دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، نسل کی حفاظت، مال اور عقل کی حفاظت ہیں۔

اس کے بعد جو دو طریقے یعنی وجوداً اور عدماً ان کی حفاظت کے ذکر کئے ہیں، ان کو مد نظر رکھتے ہوئے، عبادات، عادات، معاملات اور جنایات کو ان مصالح کی حفاظت کا ذریعہ بتایا ہے، جن کی تفصیل الموافقات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مصالح حاجیہ یعنی وہ مصلحتیں جن کے ساتھ انسانی حاجات اور ضروریات وابستہ ہوں، اگر وہ پوری نہ ہوں تو انسان تکلیف اور مشقت میں پڑ جائے، ان حاجات کے متعلق احکامات میں شریعت نے جو اہداف مقرر کئے ہیں ان کو مصالح حاجیہ کہا جاتا ہے۔مثلاً تیمم، سفر میں قصر پڑھنا وغیرہ۔علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْحَاجِيَّاتُ فَمَعْنَاهَا أَنَّهَا مُفْتَقَرٌ إِلَيْهَا مِنْ حَيْثُ التَّوْسِعَةِ وَرَفْعِ الضِّيقِ الْمُؤَدِّي فِي الْغَالِبِ إِلَى الْحَرَجِ وَالْمَشَقَّةِ اللَّاحِقَةِ بِفَوْتِ الْمَطْلُوبِ، فَإِذَا لم تراع دخل علتى الْمُكَلَّفِينَ عَلَى الْجُمْلَةِالْحَرَجُ وَالْمَشَقَّةُوَلَكِنَّهُ لَا يَبْلُغُ مَبْلَغَ الْفَسَادِ الْعَادِيِّ الْمُتَوَقَّعِ فِي الْمَصَالِحِ الْعَامَّةِ[14]

حاجیات کا مطلب یہ ہے کہ تکلیف ہٹانے اور کشادگی لانے میں ان کی ضرورت ہو اور اگر ان کی رعایت نہ رکھی جائے تو مکلفین کا مشقت اور حرج میں پڑ جانے کا خدشہ ہو۔لیکن مصالح عامہ کی طرح اس میں حد سے زیادہ فساد کو

پہنچنے کا خدشہ نہ ہو۔

مصالح تحسینیہ یعنی ایسی مصلحتیں اور اہداف جن کی رعایت انسانی کردار اور گفتار میں حسن وخوبی کا باعث ہوں، انہیں مصالحِ تحسینیہ کا نام دیا گیا ہے اور تمام اچھی عادات اور اچھے اخلاق اسی سے جڑے ہوتے ہیں۔ پھر تمام برے اخلاق سے اجتناب برتنا بھی اسی قسم سے متعلق ہے، کیونکہ بری باتوں اور برے اخلاق سے کنارہ کشی خود بخود انسان میں ایک حسن پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اسراف اور بخل وغیرہ سے اجتناب کرنا، میاں بیوی کے انتخاب میں کفاءت کو ملحوظ رکھنا، کھانے پینے کے آداب، حسنِ معاشرت، سترِ عورت، نجاست سے پاک رہنا وغیرہ سب اس کی مثالیں ہیں۔ علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

وأما التحسينيات فمعناها الأخذ بما يليق من محاسن العادات، وتجنب الأحوال المدنسات التي تأنفها العقول [15]

تحسینیات کا معنیٰ ہے کہ اچھی اور خوبصورت عادات کو لینا اور جن عادات کو عقل بُرا جانے ان سے اجتناب کرنا۔

احکامِ بیوع میں مقاصدِ شریعت کی تطبیق اور فکرِ شاہ ولی اللہ

شاہ ولی اللہؒ معیشت پر بحث کرتے ہوئے پہلے تمہیدی طور پر تین اصول ذکر کرتے ہیں جنہیں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا اصول: معیشت میں مشغولیت کی طرف حاجت

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک ایسی طبیعت پر پیدا فرمایا ہے کہ وہ زندگی گذارنے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کا محتاج ہے اور اس کے لئے ان کو باہمی تعاون کی ضرورت ہے، لہٰذا جب تک انسان مختلف پیشے اختیار نہیں کریں گے ان کی ضروریات پوری نہیں ہوں گی۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرے اور وہ پیشہ ایسا ہو جو انسانی تمدن کے لئے مفید ہو، ایسا نہ ہو جو انسانی تمدن کے لئے تباہ کن ہو، جیسا کہ جوا اور سود وغیرہ۔ وہ لکھتے ہیں:

وَيشْتَرط فِي ذَلِك أَن لا يضيق بَعضهم على بعض بِحَيْثُ يُفْضِي إِلَى فَسَاد التمدن[16]

اور اس میں شرط یہ ہے کہ بعض بعض پر ایسی تنگی نہ کریں جو تمدن کے فساد کا سبب ہو۔

انسانی تمدن کی خوبی وحسن اسی میں ہے کہ ذرائع معاش کی تقسیم ہو، بعض افراد ایک کام کریں اور دوسرے بعض کوئی اور کام کریں۔ ذرائع بھی عمدہ ہوں اور خرابی اس میں ہے کہ تعیّش کے سامان سے دلچسپی ہو۔ وہ فرماتے ہیں:

فان وزعت المكاسب وأصحابها على الْوَجْه الْمَعْرُوف الَّذِي تعطيه الْحِكْمَة وقبض على أَيدي المتكسبين بالاكساب القبيحة صلح حَالهم[17]

پس اگر تقسیم کئے جائیں معاش کے ذرائع اور ان کے اختیار کرنے والے اس معروف طریقہ پر جو حکمتِ مدنیہ دیتی ہے اور قبیح ذرائع سے کمائی کرنے والوں کو روک لیا جائے تو ان کی حالت درست ہو گی۔

دوسرا اصول: باہمی رضامندی کی ضرورت

امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا اور اس کے لئے دنیاوی چیزوں سے فائدہ اُٹھانا جائز کیا تو انسانوں کے درمیان ان چیزوں کے حصول میں جھگڑا ہونے لگا، ایک انسان کسی چیز میں اپنا حق سمجھتا ہے دوسرا اسی میں اپنا حق سمجھتا ہے۔ اسی واسطے اس کے لئے دو اصول وضع کیے:

- مبادلہ: یعنی کوئی ایک چیز دے اور بدلے میں دوسری چیز لے۔

- رضامندی: کسی سے کوئی چیز لینے کیلئے ایسی رضامندی جو کہ علم پر مبنی ہو۔ یعنی واقعی رضامندی ہو اور دھوکہ اور فریب سے نہ ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الَّا بمبادلة أَو تراَض مُعْتَمد على علم من غير تَدْلِيس وركوب غرر[18]

مگر مبادلہ یا ایسی رضامندی جو مبنی بر علم ہو، دھوکہ دیئے بغیر اور فریب پر سواری کئے بغیر۔

معلوم ہوا کہ مبادلہ رضامندی کے ساتھ ہونا چاہیے کیونکہ اسی صورت میں معاشرتی استحکام برقرار رہ سکتا ہے۔

تیسرا اصول: کمائی کے جائز اور ناجائز ذرائع

شاہ ولی اللہؒ کے مطابق کمائی کے بنیادی ذرائع دو قسم کے ہیں:

- مباح اموال کو جمع کرنا: اس کی مثال جیسے جنگل سے لکڑی جمع کرنا یا مردہ زمین کو زندہ کرنا۔
- مباح اموال سے اپنے ذاتی اموال کو بڑھانا: اس کی مثال جیسے اپنے جانوروں کو جنگل میں چرا کر نسل حاصل کرنا۔

ان دونوں قسموں کے لئے شرعی اصول یہ ہے کہ بعض بعض پر ایسی تنگی نہ کرے جو کہ تمدن کے فساد کا باعث ہو۔ پھر اسی کی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ لوگوں کے اموال میں اپنا مال شامل کر کے بڑھانے کی بعض جائز اور بعض ناجائز صورتیں ہیں، جائز صورتیں یہ ہیں کہ ایسی خلط ہو جس سے اس کو بھی فائدہ ہو اور دوسروں کو بھی فائدہ ہو، مثلاً تاجر، صنعت کار، آڑھتی، جس کا اپنا بھی فائدہ ہو رہا ہے اور دوسرے کے ساتھ بھی تعاون ہے۔ ناجائز صورتیں یہ ہے کہ لوگوں کے اموال میں ایسی خلط ہو جس سے دوسروں کا فائدہ بالکل نہ ہو یا نہ ہونے کے برابر ہو جیسے سود اور جوا وغیرہ۔[19]

مبادلہ میں شریعت کے اصول اور شرائط

ہر مبادلہ میں شریعت نے چار چیزیں ضروری اور لازم کر رکھی ہیں:

1. عاقدین: یعنی دو لین دین کرنے والے۔ ان کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ خود مختار، عاقل و بالغ، نفع اور نقصان کو سمجھنے والے ہوں اور غور و فکر سے معاملہ کرنے والے ہوں۔
2. عوضین: اس کے لئے شرط یہ ہے کہ مال منتفع ہو، اس میں رغبت کی جاتی ہو۔ متقوم و مملوک ہو اور اس میں نفع یقینی ہو۔
3. رضامندی: تیسری چیز متعاقدین کی باہمی رضامندی اور اس کے لئے زبان سے اظہار یا عمل سے تعاطی ضروری ہے۔
4. مجلس بیع سے جدائی: امام شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بیع کے لزوم کے لئے فیصلہ کن چیز مجلس بیع سے تفرق اور جدائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ایجاب اور قبول ہو جائے اور مجلس عقد سے جدائی ہو جائے تو یہ عقد لازم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ عرب اور عجم میں اس پر لوگوں کا دستور چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

وَاعْلَم أَنه يجب فِي كل مُبَادلَة من أَشْيَاء عاقدين وعوضين وَالشَّيْء الَّذِي يكون مَظَنَّة ظَاهِرَة لرضا الْعَاقِدين بالمبادلةوَشَيْء يكون قَاطعا لمنازعتهما مُوجبا للْعقد عَلَيْهِمَا[20]

اور جان لے کہ ہر مبادلہ میں چند چیزیں ضروری ہیں، دو متعاقدین، دو عوض اور وہ چیز جو مبادلہ میں عاقدین کی رضامندی کا مقام ہو اور وہ چیز جو دونوں کی منازعت ختم کرنے والی اور عقد لازم کرنے والی ہو۔

پس اسی قانون کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کہ کسی چیز پر اپنا حق ثابت کرنے کے لئے یا تو مبادلہ ضروری ہے، اپنی شرائط کے ساتھ یا رضامندی ضروری ہے۔ ایسے تمام ذرائع معیشت اختیار کرنا چاہئیں جو کہ تمدن کی اصلاح اور باہمی تعاون پر مبنی ہوں۔ ان ذرائع سے

اجتناب ضروری ہے جو کہ انسانی تمدّن کے لئے فساد کا ذریعہ ہوں۔ امام شاہ ولی اللہؒ نے ممنوعہ معاملات اور اس میں فساد کی جو وجوہات بیان کی ہیں، ذیل میں ان کا خلاصہ ذکر کیا جاتا ہے:

قمار یا جوا

جُوا، جس کو عربی میں میسر یا قمار کہا جاتا ہے، بالاتفاق حرام ہے۔ شاہ ولی اللہؒ اس کی حرمت میں مضمر حِکمتوں کو انہی اصول کو مدّ نظر رکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

اعْلَم أَن الميسر سحت بَاطِل لِأَنَّهُ اختطاف لأموال النَّاس عَنْهُم مُعْتَمد على اتِّبَاع جهل وحرص وأمنية بَاطِلَة وركوب غرر تبعثه هَذِه على الشَّرْط وَلَيْسَ لَهُ دخل فِي التمدن والتعاون[21]

جان لو کہ جوا حرام اور باطل ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کے اموال ان سے چھین لینا ہے اور جہالت، لالچ، باطل ارمان اور دھوکے پر بھروسہ کئے ہوئے ہے اور یہ صفات بازی لگانے پر اُبھارتی ہیں اور مدنیت اور تعاون میں جوئے کا دخل نہیں۔

امام شاہ ولی اللہؒ جوئے کی حرمت کی وجہ تمدن کے لئے صالح نہ ہونا اور تعاون پر مبنی نہ ہونا قرار دے رہے ہیں۔

سود

سود جس کو عربی میں ربوٰا کہا جاتا ہے، شاہ ولی اللہؒ اس کی تعریف کرتے ہیں:

وَهُوَ الْقَرْض على أَن يُؤَدِّي إِلَيْهِ أَكثر أَو أفضل مِمَّا أَخذ[22]

وہ یعنی سود وہ قرض ہے جو اس کو زیادہ یا اس سے بہتر دیا جائے جو اس نے لیا ہے۔

اس کی حرمت انہی اصول کو مدّ نظر رکھتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ نے یہ ذکر کی ہے کہ سود اکثر مفلس لوگ لیتے ہیں جن کو واپس کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ پس وہ دوگنا ہو جاتا ہے، جس سے جان چھڑانا ناممکن ہو جاتا ہے اور جھگڑوں کا باعث بنتا ہے اور جب اسی طرح لوگ پیسے کمانے کے عادی ہو جائیں تو بنیادی ذرائع معاش، کھیتیاں اور کاریگریاں چھوڑ دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

وَإِذا جرى الرَّسْم باستنماء المَال بِهَذَا الْوَجْه أفْضى إِلَى ترك الزراعات والصناعات الَّتِي هِيَ أُصُول المكاسب[23]

اور جب اس طرح مال بڑھانے کا سلسلہ چلتا ہے تو کھیتوں اور کاریگریوں کے چھوڑنے تک پہنچاتی ہے جو کہ بنیادی پیشے ہیں۔

پھر ربوٰا کی دونوں قسموں میں ربوٰا حقیقی یعنی وہ سود جو قرض کے معاملات میں کیا جاتا ہے اس کی حرمت کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ قلب موضوع ہے، اس لئے کہ معاملات کا موضوع فریقین کا فائدہ ہونا ہے اور سودی معاملات میں ایک فرد کا فائدہ ہے۔

أما الْحَقِيقِيّ فَهُوَ فِي الدُّيُون وَقد ذكرنَا أَن فِيهِ قلبا لموضوع الْمُعَامَلَات[24]

جہاں تک حقیقی کا تعلق ہے تو وہ قرض میں ہے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسمیں معاملات کے موضوع میں تبدیلی یا الٹ پھیر واقع ہوتی ہے۔

ربوٰا کی دوسری قسم جس کو ربوٰا الفضل کہا جاتا ہے امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس کو تغلیباً ربوٰا کہا گیا اور اس کی حرمت کی وجہ یہ تحریر فرمائی کہ لوگوں کو اس بات کی حاجت ہے کہ چیزوں کا تبادلہ کرے اور اس تبادلہ کے لئے ان کو یہ حق حاصل نہیں کہ بعض کو ردی اور بعض کو عمدہ بنادے، اس لئے کہ یہ اعاجم کی عادات میں سے ہے۔

بیوع کی ممنوعہ اقسام اور مقاصدِ شریعت

شاہ ولی اللہ نے انہی اصولوں کی روشنی میں حرام یا ممنوع قرار پانے والی چند اقسامِ بیوع کا ذکر بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر:

- **مزابنہ:** درخت پر لگے ہوئے پھل کو ہم جنس پھلوں کے عوض بیچنا۔
- **محاقلہ:** کھڑے ہوئے کھیت کا ہم جنس غلہ کے ساتھ بیچنا۔
- **بیع صبرہ:** پھل یا غلہ کے ڈھیر کا پیمانوں کے بدلے بیچنا۔
- **ملامسہ:** مشتری بائع سے کہے کہ جب میں آپ کا کپڑا چھولوں تو بیع پکی ہو گئی۔
- **منابذہ:** بائع مشتری سے کہے کہ جب میں آپ کا کپڑا آپ کی طرف پھینک دوں تو بیع پکی ہو گئی۔
- **بیع عربان:** یعنی بیع میں اس شرط پر ایڈوانس رقم دینا کہ اگر بیع ہوئی تو اس میں سے ہو گی ورنہ یہ رقم بائع کی ہو گی۔

امام شاہ ولی اللہؒ مذکورہ بالا ممنوعہ بیوعات کی وجہ حرمت یہ بیان فرما رہے ہیں:

فَهَذِهِ الْبيُوع فِيهَامعنى الميسروفيهَاقلب مَوْضُوع الْمُعَامَلَة،وَهُوَاسْتِيفَاءحَاجته بتروؤتثبت[25]

اور یہ بیوعات ان میں جوئے کا معنیٰ ہے اور مقصد کا پلٹنا ہے اور وہ اپنا پورا حق غور و فکر اور تحقیق کے ساتھ وصول کرنا ہے۔

مذکورہ بالا اصولوں کے علاوہ امام شاہ ولی اللہؒ نے خرید و فروخت کے کسی بھی معاملے کے ممنوع ہونے کی نو وجوہات ذکر کی ہیں جنہیں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

1. معصیت کا ذریعہ ہونا جیسے کہ شراب، صنم سازی وغیرہ۔ لکھتے ہیں:

مِنْهَا أَن يكون شَيْء قد جرت الْعَادة بِأَن يقتن لمعصية أَو يكون الِانْتِفَاع الْمَقْصُود بِهِ عِنْد النَّاس نوعا من الْمعْصِيَة كَالْخمرِ[26]

اور ان میں سے یہ ہے کہ کوئی چیز عموماً کسی معصیت کے لئے جمع کی جاتی ہو یا لوگوں کے ہاں اس سے مقصد کوئی گناہ کا کام ہو جیسے کہ شراب۔

2. نجاست کے ساتھ اختلاط، جیسے مردار، خون، گوبر اور بول و براز کے ساتھ اختلاط وغیرہ۔ لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا أَن مُخَالطَة النَّجَاسَة كالميتة وَالدَّم والعذرة فِيهَا شناعة وَسخط وَيحصل بهَا مشابهة الشَّيَاطِين[27]

اور ان میں سے یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ اختلاط جیسے مردار، خون اور براز کی کراہت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور شیاطین کے ساتھ مشابہت ہے۔

3. نزاع اور جھگڑے کا احتمال ہونا بھی کسی بھی معاملے کے ممنوع ہونے کا سبب ہے۔

وَمِنْهَا أَن لَا تَنْقَطِع الْمُنَازعَة بَين الْعَاقِدين لابهام فِي الْعِوَضَيْنِ أَو يكون العقد بيعَة بَين بيعتين أَو لَا يُمكن تحقق الرِّضَا إِلَّا بِرُؤْيَة الْمَبِيع وَلم يره أَو يكون فِي البيع شَرط يحْتَج بِهِ من بعد[28]

اور ان میں سے وہ ہے جو کہ عوضین میں ابہام کی وجہ سے جھگڑا ختم نہ ہو رہا ہو یا کوئی عقد بیع کے اندر بیع کا ہو یا رضا مبیع کے دیکھنے تک پایا جانا ممکن نہ ہو اور مبیع دیکھی نہ ہو یا بیع میں کوئی ایسی شرط ہو جس سے بعد میں دلیل پکڑی جائے۔

4. بیع میں کسی دوسرے معاملہ کو شرط کرنا یا اس سے دوسرا معاملہ قصد کرنا یہ بھی بیع کے ممنوع ہونے کا سبب ہے۔

وَمِنْهَا أَن يقْصد بِهَذَا البيع مُعَاملَة أُخْرَى يترقبها فِي ضمنه أَو مَعَه[29]

ان میں سے وہ ہے کہ اس بیع کے ساتھ دوسرا معاملہ قصد کیا جائے جس کا وہ منتظر کرتا ہو اس کے ضمن میں یا اس کے ساتھ۔

5. مبیع کا قبضہ میں نہ ہونا بھی اس بیع کے ناجائز ہونے کا سبب ہے۔

6. نقصان اور تاوان کا اندیشہ ہونا: جب کسی بیع میں تاوان کا اندیشہ ہو تو یہ بھی اس بیع کے ناجائز ہونے کا سبب ہے۔ جیسے کہ پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع کرنا۔ لکھتے ہیں:

وَمِنْهَا مَا هُوَ مَظَنَّة لمناقشات وَقعت فِي زَمَانه ﷺ وَعرف أَنه حقيق بِأَن تكون فِيهِ المناقشات[30]

اور ان میں سے وہ چیزیں ہیں جو ایسے منازعات کا اس میں احتمال ہو جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پیش آئے ہیں اور آپ نے جانا کہ بعد میں بھی اس میں جھگڑے ہوں۔

7. شہر کا انتظام خراب ہونے کا سبب ہو جیسا کہ تلقی جلب یا بیع حاضر للبادی تو یہ بیع بھی ناجائز ہو گی۔

وَمِنْهَا مَا يكون سَببا لسوء انتظام الْمَدِينَة وإضرار بَعْضهَا بَعْضًا، فَيجب إخمالها والسد عَنْهَا[31]

ان میں سے وہ بات ہے جو ملک کی بد انتظامی اور بعض کو بعض کے ضرر کا سبب ہو، اس کو ختم کرنا اور اس کو روکنا ضروری ہے۔

8. دھوکہ اور فریب بھی کسی معاملہ کے ممنوع ہونے کی وجوہات میں سے ہے۔ جیسا کہ تصریہ کرنا۔

وَمِنْهَا أَن يكون فِيهِ التَّدْلِيس على الْمُشْتَرِي قَالَ رَسُول الله لَا تصروا الْإِبِل وَالْغنم[32]

ان میں سے وہ معاملہ جس میں خریدنے والے کو دھوکہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی اور بکری میں دودھ جمع نہ کرو۔

9. کسی مباح چیز پر قبضہ کرنا بھی کسی معاملہ کے فساد ہونے کا سبب ہے۔ جیسے کہ مباح گھاس یا پانی پر قبضہ کر کے بیچنا۔

وَمِنْهَا أَن يكون الشَّيْء مُبَاح الأَصْل كَالْمَاءِ الْعد فيتغلب ظَالِم عَلَيْهِ فيبيع[33]

بعض ان میں وہ ہیں کہ کوئی چیز مباح الاصل ہو مثلاً نہ خشک ہونے والا پانی جس پر کوئی ظالم قبضہ کر کے فروخت کرے۔

اس کی حرمت کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ کے مال میں ناجائز تصرف اور لوگوں کے لیے ضرر کا باعث ہے۔[34] بہر حال یہ وہ نو علل ہیں جن کی موجودگی خرید و فروخت کے معاملات کے ممنوع اور ناجائز ہونے کا سبب ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ خرید و فروخت کا ہر معاملہ ان ممنوعہ امور سے پاک اور ان اصولوں پر مبنی ہو جو ما قبل میں بیان ہو چکے۔

خلاصہ بحث

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شاہ ولی اللہؒ نے بیوع و معیشت سے متعلق احکام کو مقاصدِ شریعت کے اصولی دائرے میں سمجھنے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔ اُن کے نزدیک انسانی تمدن کی فلاح، باہمی تعاون، عدل و توازن اور معاشرتی استحکام وہ بنیادیں ہیں جن پر تمام معاشی احکام قائم ہیں۔ انہوں نے وضاحت کی کہ معاش میں مشغولیت انسان کی فطری اور تمدنی ضرورت ہے، اس لیے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ کوئی مفید پیشہ اختیار کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ باہمی رضامندی، فریب سے پاک مبادلہ اور نفع بخش کمائی شریعت کے بنیادی اصول ہیں۔ شاہ صاحب نے جائز اور ناجائز ذرائع معاش کی تقسیم کرتے ہوئے ان کی اخلاقی و تمدنی حیثیت کو واضح کیا اور ہر وہ ذریعہ ناجائز قرار دیا جو تعاون و عدل کی روح کے خلاف ہو۔ شاہ ولی اللہؒ نے سود، جوا اور دیگر ممنوع بیوعات کی حرمت کو صرف فقہی بنیادوں پر نہیں بلکہ تمدنی فساد اور باہمی ضرر کی بنیاد پر بھی واضح کیا۔ ان کے نزدیک جوئے میں حرص، دھوکہ اور غیر یقینی کی بنیاد ہے جبکہ سود نہ صرف اقتصادی استحصال کا ذریعہ ہے بلکہ معاشی سرگرمیوں سے توجہ ہٹا کر سرمایہ دارانہ خود غرضی کو فروغ دیتا ہے۔

اس کے علاوہ انہوں نے بیع کے ممنوع ہونے کی نو علل بیان کیں، جن میں معصیت، نجاست، تنازع، فریب، ناجائز قبضہ اور

تمدنی نقصان شامل ہیں۔ ان تمام نکات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک شریعت کا ہر حکم ایک مقصد کے تابع ہے اور بیوع و معیشت کے احکام میں یہی مقاصد شریعت کی تطبیق ان کی فکر کا نمایاں پہلو ہے۔

نتائج بحث

مذکورہ تحقیق سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

- امام شاہ ولی اللہؒ نے بیوع و معیشت کے احکام کو صرف فقہی ضوابط نہیں بلکہ شریعت کے بلند مقاصد کے منافی یا مطابق قرار دیا۔ ان کے نزدیک ہر اقتصادی حکم کا بنیادی شاکلہ عدالت، تعاون اور تمدنی فلاح پر استوار ہے۔
- تین اصول "مشغولیتِ معیشت، باہمی رضامندی اور جائز وناجائز کمائی" نے ان کے معاشی نظام کے ڈھانچے کو مستحکم کیا۔ اس ماڈل کے ذریعے تجارت وصنعت میں شفافیت اور اجتماعی فلاح کو یقینی بنایا گیا۔
- سود، جوا اور ممنوع بیوعات کی حرمت کو امام شاہ ولی اللہؒ نے محض حرمتِ لفظی یا روایتاً نہیں بلکہ ان کے تمدنی اور انسانی ضرر کا سبب قرار دے کر ممنوع کہا۔ اس طرح اقتصادی احکام کی اخلاقی اور عملی حیثیت واضح ہوئی۔
- بیع کے چار لوازم (عاقدین کی اہلیت، عوضین کی مشروعیت، باعلم رضامندی اور مجلسِ بیع سے جدائی) سے واضح ہے کہ معاہدے کی شرعی صداقت اور اجتماعی استحکام ایک جیسے مقصد کے تابع ہیں۔
- امام شاہ ولی اللہؒ کی فکر اس امر کی دلیل ہے کہ اسلامی اقتصادیات صرف ضابطوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مربوط اخلاقی اور تمدنی حکمت عملی بھی اس نظام میں پوشیدہ ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ لقمان 19:31۔

2 سورۃ النحل 09:16۔

3 القزوینی، ابو الحسین احمد بن فارس، **مقاییس اللغۃ**، (بیروت: دار الفکر، 1399ھ)، 5/95۔

4 القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**، (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، 1384ھ 1964م)، 6/211۔

5 الطبری، محمد بن جریر، **جامع البیان فی تاویل القرآن**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ)، 1/385۔

6 النیشابوری، ابو الحسن علی بن احمد، **التفسیر البسیط**، (مکہ مکرمۃ: جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، 1430ھ)، 7/409۔

7 ابن عاشور، محمد بن طاہر، **مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ**، (قطر: وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، 2004ء)، 3/165۔

8 الریسونی، احمد، **نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبی**، (قاہرۃ: الدار العلمیہ لکتاب الاسلامی، طبع ثانی، سن ندارد)، ص 193۔

9 علال الفاسی، محمد، **مقاصد الشریعۃ الاسلامیہ ومکارمہا**، (اندلس: دار الغرب الاسلامی، 1993ء)، ص 3۔

10 وہبۃ الزحیلی، الدکتور، **اصول الفقہ الاسلامی**، (دمشق: دار الفکر لطباعۃ والتوزیع، 1986ء)، 2/1017۔

11 القرضاوی، یوسف بن عبد اللہ، **فقہ الزکاۃ**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2000ء)، 1/21۔

12 الشاطبی، ابو اسحاق، ابراہیم بن موسیٰ، **الموافقات**، (بیروت: دار ابن عفان، 1417ھ 1997ء)، 3/13۔

13 ایضاً، 3/20۔

14 ایضاً، 3/19۔

15 ایضاً، 3/32۔

16 شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم دہلوی، **حجة الله البالغه**، (بیروت: دار الجیل، 1426ھ 2005م)، 3/160۔

17 ایضاً۔

18 ایضاً۔

19 ایضاً۔

20 ایضاً، 3/163۔

21 ایضاً، 3/164۔

22 ایضاً۔

23 ایضاً، 3/165۔

24 ایضاً۔

25 ایضاً، 3/167۔

26 ایضاً، 3/168۔

27 ایضاً، 3/169۔

28 ایضاً۔

29 ایضاً۔

30 ایضاً، 3/170۔

31 ایضاً، 3/171۔

32 ایضاً، 3/172۔

33 ایضاً۔

34 ایضاً، 3/173۔